وفات حسرت آیات:

مولانا موصوف ستر سال کی عمر میں داخل ہوئے تھے، کہ کم وبیش دو تین ہفتے بیمار رہنے کے بعد اپریل 1984 میں آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا لله وانا اليه راجعون اورڈوقسی قبرستان آپ کے لیے آخری آرامگاہ ثابت ہوا۔

ازواج واولاد:

مولانا صاحب نے دو شادیاں کی تھیں پہلی بیوی (جو مولانا محمد موسی بانی دارالعلوم کی نواسی تھی) ان کے بطن سے دو بیٹے عطاء اللہ اور ثناء اللہ اور دو بیٹیاں ہوئیں' دوسری بیوی سے ایک بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ محترم ثناء اللہ صاحب کا بڑا صاحبزادہ مولوی محمد یونس اس وقت مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب میں زیر تعلیم ہے۔ ان شاء الله العزیز آپ دادا کا خیر خلف ثابت ہوگا۔

کلمات خیر

کوئی کام شروع کرو تو .... بسم الله الرحمن الرحيم کہو

سحر کو اٹھو تو .... لااله الاالله محمد رسول الله کہو

کوئی خوبصورت چیز دیکھو تو............ سبحان الله کہو

کچھ کرنے کا ارادہ کرو تو.................. ان شاء الله کہو

چھینک آئے تو .... الحمد لله کہو

اللہ کے نام پر کچھ دو تو.................. فی سبیل الله کہو

کسی کا شکریہ ادا کرو تو.................. جزاك الله کہو

کسی کو رخصت کرو تو.................. فی امان الله کہو

عمار سالک یگوی

... نا عبدالغفار حسن ایک عہد ساز شخصیت وکامیاب مربی

(ذاتی مشاہدات پرمبنی چند یادیں چند باتیں) عبدالرشید صدیقی

71-1970 کی بات ہے راقم ان دنوں دارالحدیث رحمانیہ سولجر بازار کراچی میں پڑھتا تھا۔ مولانا عبدالرشید ندوی رحمہ اللہ اس مدرسہ میں شیخ التفسیر والادب تھے آپ بلتستانی طلباء کی نگرانی کیا کرتے تھے انہی ایام میں الشیخ عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا جو کہ سانولا رنگ، درمیانہ قد، گول چہرہ، سفید براقی داڑھی اکثر ململ کی ٹوپی، بسا اوقات قراقلی ٹوپی' سفید کرتا اور سفید پے جامہ زیب تن کئے ہوئے، انتہائی وقار وتمکنت سے مولانا ندوی صاحب کے پاس تشریف لے آتے ان حضرات کی آپسی پیار ومحبت اور عزت واحترام سے ملاقات اور باہمی علیک سلیک سے پتہ نہیں چلتا ان دونوں میں استاد کون ہے اور شاگرد کون ہے؟ کون بڑا ہے اور کون چھوٹا؟ شروع شروع میں تو یہی پتہ چلا کہ آپ مولانا عبدالغفار حسن صاحب ہے جو کسی وقت اسی مدرسے میں شیخ الحدیث رہا ہے، اس وقت مدینہ یونیورسٹی میں استاد اور چھٹی پر تشریف لائے ہیں اور مولانا ندوی صاحب سے ملاقات کے لیے تشریف لائے ہیں۔

ہم بلتستانی طلباء مولانا ندوی صاحب کے کمرے میں رہائش پذیر ہوتے، اس لئے شیخ عبدالغفار حسن صاحب سے بار بار ملاقات کرنے کا شرف حاصل ہوتا، بڑے پیار وشفقت سے پیش آتے، سبق آموز پندونصائح سے ہم فیضیاب ہوتے، آواز دھیمی اور پرتاثیر ہوتی ان کے آپس میں جو باتیں ہوتیں وہ ہمارے وجدان سے اوپر ہوتیں کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی منہ تکتے رہتے ان کی باتیں غور سے سنتے رہتے دہلی اور یوپی کی باتیں ہوتیں، پھاٹک اور حبش خان، نئی دہلی اور پرانی دہلی کے کوچے، وہاں کے مدارس وشخصیات زیر بحث رہتے، مئو ناتھ بھنجن، عمرآباد، لکھنؤ تک زیر بحث آتے، سیاسی ومذہبی شخصیات کا تذکرہ ہوتے، مولانا داؤد غزنوی، مفتی کفایت اللہ اور ابوالکلام آزاد یہاں تک پنڈت جواہر لال نہرو تک کی باتیں آپس کی گفت وشنید کا موضوع ہوتیں، کبھی جماعت اسلامی اور مولانا مودودی کا ذکر کرتے تو مولانا صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل جاتی اور صاف ستھرا دانت ظاہر ہوتے اس وقت ان باتوں کا ہمارے پلہ خاک بھی نہ پڑتا۔ بعد میں ہمیں بھی کچھ نہ کچھ سیاسی شعور آنے لگے تو معلوم ہوا کہ آپ کا تعلق جماعت

اسلامی سے رہا تھا، جہاں سے آپ چھوڑ آئے تھے پھر بھی ذہنی ہم آہنگی برقرار تھی۔ بعد کے ادوار میں جب بھی مولانا ندوی صاحب کو پتہ چلتا کہ آپ محترم چھٹی پر تشریف لائے ہیں تو ان سے ملنے تشریف لے جاتے مجھے بھی ایک دو دفعہ مولانا صاحب کی رفاقت کا شرف نصیب ہوا تھا۔ جولسبیلہ چوک پار کر کے گولیمار پل سے آگے نکل کر ایک گلی میں جاتے جہاں آپ کے داماد عبدالرب صاحب کی رہائش گاہ تھی وہاں ملاقات ہوتی وہی رکھ رکھاؤ وہی علیک سلیک کا بزرگوانہ انداز۔

ایک دفعہ مولانا ندوی صاحب نے بہت ذوق وشوق سے مولانا صاحب کو دعوت طعام دے ڈالی تو مولانا صاحب نے فرمایا مولانا میں ویسے بھی آتا رہتا ہوں آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں تو ندوی صاحب نے اشتیاق بھری آواز میں اپنی ارمان کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ دعوت میں ضرور تشریف لانا ہے۔ بعد میں اس دعوت کی جو کرکری ہوئی اس کا ذکر آگے ہوگا۔ ہم تو چائے بسکٹ کھا کر واپس ہوئے۔

تیسرے دن مولانا صاحب نے دعوت کا اہتمام کیا دیسی مرغی تلاش کر لائے اپنے خادم خاص مولانا یعقوب کھرفتی کو خاص خاص چیزوں کا آرڈر کیا جو دسترخوان پر سجانے تھے بہرحال مہمان تشریف لائے اور کھانا بھی تیار ہوا مولانا ندوی صاحب نے دسترخوان بچھانے کا حکم دیا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ کچھ لوگ ہمارے ہاں آتے جاتے رہتے ہیں اگر ان میں سے کوئی آجائے تو انہیں مہمان خاص کے ساتھ دسترخوان پر نہ بٹھائیں۔ جوں ہی دسترخوان کھانے سے سجنے لگا تو مولوی صاحب جو کہ اس وقت مسجد میں مؤذن تھا کمرے میں نمودار ہوا اور سیدھا دسترخوان پر بیٹھ گیا ندوی صاحب کو ان کا یہ طریقہ پسند نہ آیا مزید پرابلم یہ ہوا کہ خادم خاص صاحب کا دماغی میٹر پتہ نہیں کدھر گھوم گیا تھا، مہمان کے لئے مختص کھانا سیدھا اس نو وارد کے سامنے رکھ لیا، اور بچا کھچا کھانا مہان کے لئے، نو وارد تو سر نیچے کر کے اردگرد سے بے نیاز ہوکر کھانے میں مصروف ہو گئے لیکن میزبان موصوف کی حالت دیدنی تھی غصے سے آگ بگولا ہورہا تھا مہمان مولانا صاحب بھی یہ حالت بھانپ گئے تو خوش مزاجی کی حالت میں مزاحانہ انداز میں بات کو آیا گیا کرنے کی کوشش کی، مولانا عبدالغفار صاحب تو کچھ دیر بعد واپس تشریف لے گئے مگر مولانا ندوی صاحب نے خادم خاص اور مولوی مؤذن صاحب جو اب بھی بقید حیات ہے وہ جھاڑ بلائی اور وہ جلی کٹی سنائی وہ ایک ایک لفظ ہم تا حال نہیں بھول پائے وہ مولوی صاحب تو وہیں سے کھسک گئے مگر خادم طالب علم بعد میں ہم سب کا موضوع مذاق بنا رہا آپ اب بھی بقید حیات ہے مگر پنڈلی میں پھوڑے کی شکایت کی وجہ سے زیر علاج ہے اللہ ان کو شفائے کاملہ عطا فرمائے۔ ان دونوں

بزرگوں کی رفاقت و تعلق تقسیم پاک و ہند سے قبل سے تھی ہمارے مولانا ندوی صاحب جولداخی کے نام سے بھی معروف تھا 66-1965 تک انڈین شہری کے ساتھ کراچی تشریف لائے اور دارالحدیث رحمانیہ میں پڑھاتے رہتے تھے بعد میں پاکستان کی نیشنلٹی مل گئے۔

1973 میں طلباء و دارالحدیث کے انتظامیہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہوا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ مولانا موصوف طلباء سمیت مدرسہ چھوڑ دیا بعد میں مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے مولانا عبدالرحیم اشرف صاحب سے بات کی اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں نائب شیخ الحدیث کی حیثیت میں تدریسی فرائض انجام دینے لگے کچھ عرصے بعد جامعہ دارالعلوم بلتستان کے انتظامیہ نے یہاں بلالائے اور نائب شیخ الحدیث کی حیثیت میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے شیخ الحدیث مولانا عبدالقادر ریگوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ بطور شیخ الحدیث جامعہ ہذا میں تادم آفرین خدمات سرانجام دیتے رہے آج یہ دونوں بزرگ ہم میں نہیں

خدا رحمت کند ایں عاشقاں پاک طینت را

میں کراچی سے فیصل آباد جامعہ سلفیہ گیا 1974 کو جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ ملا وہاں بھی مولانا صاحب سے نہ صرف شرف ملاقات برقرار رہی بلکہ کلیۃ شریعہ میں ایک دو پریڈ کا درس لینے کا بھی شرف حاصل رہا۔

مدینہ یونیورسٹی میں شیخ ثناء اللہ احقر عبدالرحیم صاحب بھی زیر تعلیم تھا جو کہ بہت ہونہار اور زبان وکلام میں تیز وطرار طلباء میں سے تھا خاص کر عربی زبان کے بول چال میں بہت ملکہ رکھتا تھا، بڑے بڑے لوگوں سے میل جول اور تعلقات بنانے کا بڑا ملکہ رکھتا تھا اب بھی الحمدللہ باصحت ہے اور ریاض سعودی عرب میں ملازمت سے منسلک ہے ان کا مولانا صاحب کے ہاں آنا جانا رہتا تھا بلکہ گھریلو تعلقات بھی تھے مجھے بھی احقر کے ساتھ مدینہ میں ان کے رہائش گاہ جانے کا اتفاق ہوا کرتا تھا وہیں سے ڈاکٹر سہیل صاحب اور ڈاکٹر خبیب وغیرہ سے ملاقات ہوتی تھیں اور کبھی ڈاکٹر صہیب صاحب سے بھی ملاقات ہوتی تھی جو لندن سے تشریف لاتے۔ بڑا علمی اور تمدنی گھرانہ تھا گویا کہ "ہمہ خانہ آفتاب" است کا نمونہ تھا۔ جامعہ اسلامیہ میں طالب علمی کے دور کا ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ ذوالفقار علی بھٹو کے دور حکومت میں سعودی عرب میں پاکستان کا سفیر ایک پٹھان تھا جامعہ میں تشریف لائے تو پاکستانی طلباء نے ان کے ساتھ مسجد میں ایک اجتماع کا اہتمام کیا، جس کی صدارت مولانا عبدالغفار حسن صاحب نے کی، سفیر